۱۵ر دسمبر ۱۹۷۲ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹
ایڈیٹر
آل احمد سرور
اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲
قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ | شمارہ ۴۷

اداریہ

کانفرنس کی خبریں

جیسا کہ ہماری زبان میں اعلان ہو چکا ہے انجمن کی کل ہند اردو کانفرنس ۲۹، ۳۰، ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو دہلی میں ہو رہی ہے۔ کانفرنس کے انتظامات تیزی سے ہو رہے ہیں مجلس استقبالیہ سے اطلاع کے مطابق کانفرنس کا افتتاحی اجلاس ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو تین بجے سہ پہر میں وگیان بھون مولانا آزاد روڈ نئی دہلی میں ہوگا۔ کانفرنس کے بقیہ اجلاس ۳۰ر دسمبر اور ۳۱ر دسمبر کو ایوان غالب ماتا سندری لین نئی دہلی میں ہوں گے۔ کانفرنس کے موقع پر ہر شام کو خاص پروگرام بھی ہوں گے۔ ۲۹ر دسمبر کو ساڑھے چھ بجے شام کو وگیان بھون میں شام غزل کا پروگرام ہوگا۔ ۳۰ر دسمبر کی شب میں چیمسفورڈ کلب میں مشاعرہ ہوگا جو ٹکٹ کے ذریعہ ہوگا لیکن مندوبین کے لئے مفت ہوگا۔ ۳۱ر دسمبر کو اردو پارک جامع مسجد میں ایک عام جلسہ ہوگا جس میں دہلی کے عوام کو کانفرنس کے مقاصد اور فیصلوں سے آگاہ کیا جائے گا۔

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی اس کانفرنس کا افتتاح فرمائیں گی۔ ریاستی شاخوں کو ریل کے رعایتی فارم روانہ کر دئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ مندوبین اپنے آنے کی تاریخ اور وقت سے ڈاکٹر خلیق انجم جوائنٹ سکریٹری مجلس استقبالیہ انجمن ترقی اردو دہلی ۶ کو ضرور مطلع کر دیں گے تاکہ ہمارے رضاکار انھیں قیام گاہ تک پہنچا دیں۔ اب مندوبین کے قیام کا انتظام دہلی کالج اجمیری گیٹ دہلی اور بچوں کا گھر دریا گنج دہلی میں ہوا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں دہلی میں خاصی سردی ہوتی ہے اس لئے مندوبین سے درخواست ہے کہ جاڑے کا لباس ساتھ لائیں۔ سہولت اس میں ہوگی کہ مندوبین ۲۹ر دسمبر کی صبح کو قیام گاہ پہنچ جائیں تاکہ وہ افتتاحی اجلاس سے پہلے اپنی قیام گاہ پہنچ سکیں اور بیج اور کاغذات لے سکیں۔ قیام و طعام کا انتظام ۲۸ر دسمبر کی شام سے یکم جنوری کی صبح تک رہے گا۔ افتتاحی اجلاس کے بعد ۳۰ر دسمبر کی صبح مندوبین کا اجلاس ہوگا جس میں کانفرنس کے لئے موصولہ قرار دادوں پر غور ہوگا۔ اس اجلاس میں جو قرار دادیں طے ہوں گی وہ سہ پہر کے کھلے اجلاس میں منظوری کے لئے پیش کی جائیں گی۔ ۳۱ر دسمبر کی صبح کا اجلاس بھی قرار دادوں کے لئے وقف ہوگا کیونکہ ایک اجلاس میں ساری قرار دادیں نہ لی جا سکیں گی۔ ۳۱ر دسمبر کی شام کا اجلاس ریاستی شاخوں کی کارگزاری اور اردو زبان کی بقا اور تحفظ کے اہم مسائل کے لئے وقف ہوگا۔ اسی موقع پر آزادی کے بعد اردو ادب کی ایک خاص نمائش بھی ہوگی جس کے لئے ناشروں سے تعاون کی درخواست کی گئی ہے۔ یہ نمائش ایوان غالب میں ہوگی۔

ہمیں امید ہے کہ کانفرنس میں سارے ہندوستان سے تین ہزار سے زیادہ مندوبین شریک ہوں گے۔ انجمن کی مجلس عام کے ممبر اور خاص طور سے مدعو کئے جائیں گے۔ افتتاحی تقریبوں کے علاوہ بھی کانفرنس میں واضح طور پر اردو کا موقف بیان کیا جائے گا اور اردو کی بقا اور ترقی کے لئے قومی اور جمہوری نقطۂ نظر سے حکومت سے مطالبات کے علاوہ اردو دوستوں کے لئے ایک مثبت اور عملی پروگرام بھی وضع کیا جائے گا۔ انجمن کی تنظیم کو اور چست کرنے کے لئے ریاستوں سے اس کا رشتہ اور مضبوط

کرنے کے لئے تجاویز پر بھی غور ہوگا، نیز جدید دور میں اردو زبان کی مقبولیت کو بڑھانے کے لئے اور ہندوستان کی قومی زندگی میں اس کے رول کو منوانے کے لئے ریاستی اور مقامی شاخوں کے نمائندوں سے مشورہ بھی ہوگا۔ ریاستی شاخوں کو اس پروگرام سے مطلع کیا جا رہا ہے لیکن اگر ڈاک خانے کے تلوّن کی وجہ سے کسی کو پروگرام نہ ملے تو ہماری زبان کی اس اطلاع کو کافی سمجھا جائے۔

اترپردیش کی ریاستی شاخ کا خاص اجتماع

۲۰ دسمبر ۱۹۷۳ء کو اترپردیش کی ریاستی شاخ کے نمائندوں کا ایک خاص اجتماع ری پبلک ہوٹل لکھنؤ میں گیارہ بجے دن کو ہوا۔ یہ اجلاس اس غرض سے بلایا گیا تھا کہ صدر انجمن پنڈت آنند نرائن ملا ریاستی شاخ کے نمائندوں کو خطاب کر سکیں۔ اجلاس کی صدارت جناب شیو ناتھ پرشاد صدر ریاستی شاخ نے کی اور اس میں ریاست کے بیس کے لگ بھگ نمائندے شریک ہوئے۔ صبح کے اجلاس میں تنظیمی مسائل پر عام گفتگو ہوئی جس میں مرکزی انجمن کے جنرل سکریٹری بھی شریک تھے۔ سہ پہر میں تین بجے دوسرا اجلاس ہوا جس میں صدر انجمن پنڈت آنند نرائن ملا نے خطاب کیا۔ صدر انجمن نے نمائندوں کو توجہ دلائی کہ اترپردیش میں اردو بولنے والوں کی آبادی ایک کروڑ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ اردو کی بقا اور ترقی کی تحریک یہاں سب سے زیادہ فعال ہو اور ہر ضلع میں انجمن کی مقامی شاخوں کا ایک جال بچھایا جائے۔ انھوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ ریاستی شاخ کے انتخابات عرصے سے نہیں ہوئے ہیں اور ہدایت کی کہ جلد سے جلد عام ممبر سازی کا کام مکمل کرکے قواعد کے مطابق انتخابات کرائے جائیں۔ انھوں نے اس پر بھی زور دیا کہ نوجوانوں کو خاص طور پر انجمن کے حلقے میں لایا جائے تاکہ ہماری تحریک کو تازہ خون اور نیا ولولہ ملے۔ انھوں نے یہ تسلیم کیا کہ اب حکومت بھی اردو کو کچھ سہولتیں دے رہی ہے جن سے فائدہ اٹھانا ہمارا فرض ہے مگر ساتھ ہی ساتھ ہمیں اپنے وہ سارے مطالبات صاف اور واضح الفاظ میں حکومت اور عوام کے سامنے پیش کرنے چاہئیں جن کے تسلیم کئے بغیر اردو کی ترقی کے راستے میں دشواریاں رہیں گی۔ انھوں نے نمائندوں سے یہ بھی اپیل کی کہ وہ ریاستی شاخ کو فعال بنائیں تاکہ وہ اپنے سارے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکے۔

بحث میں قاضی عدیل عباسی، جناب فدا حسین، سلطانہ حیات، قاضی مختار احمد، جناب ابوالوفا جامعی اور متعدد دوسرے حضرات نے حصہ لیا۔ طے پایا کہ صدر انجمن کی ہدایت کی روشنی میں ریاستی شاخ کے عہدہ داروں کا انتخاب عام ممبر سازی اور ضلعی شاخوں کے انتخابات کے بعد ہو۔ ۱۵؍جنوری ۱۹۷۴ء عام ممبر سازی کے لئے آخری تاریخ مقرر کی گئی ہے اور ۳۱؍جنوری ضلعی شاخوں کے انتخابات کے لئے۔ ضلعی شاخوں کے انتخابات کے بعد قواعد کے مطابق ان کے نمائندوں کا جلسہ لکھنؤ میں اس غرض سے بلایا جائے گا کہ وہ ریاستی شاخ کے عہدہ داروں کا انتخاب کرے۔ اس جلسے کی تاریخ کا بعد میں اعلان ہوگا۔ جلسے میں مرکز کے نمائندے بھی شریک ہوں گے۔

سلام مچھلی شہری کے انتقال پر تعزیت کی ایک تجویز منظور کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ان کے ورثا کے لئے معقول پنشن مقرر کرے۔

ریاستی شاخ کے سکریٹری کو ہدایت کی گئی کہ وہ جلد ریاست سے دہلی میں ہونے والی انجمن کی کانفرنس کے لئے چالیس مندوبین کے نام بھیج دیں۔

(پروفیسر آل احمد سرور، جنرل سکریٹری)

جامعہ ملیہ میں اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی منظوری

اردو حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ شعبۂ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اس کی باقاعدہ طور پر اجازت دے دی ہے کہ اس میں ایسے طلبہ کو داخل کیا جا سکتا ہے جو پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے اردو میں تحقیقی یا تنقیدی مقالہ ترتیب دینا چاہتے ہوں۔

اردو ہر سطح پر جامعہ ملیہ میں تعلیمی، تدریسی اور دفتری زبان ہے۔ توقع ہے کہ پروفیسر مسعود حسین خاں کے جامعہ میں بحیثیت وائس چانسلر آ جانے کے بعد شعبہ کے علمی اور تحقیقی کام میں مزید توسیع کے اسباب فراہم ہوں گے۔

ع۔ ت

شعبۂ اردو جامعہ ملیہ

محمد اللہ رواشد

اُردو کیا ہے

(گذشتہ سے پیوستہ)

پروفیسر محمود خاں شیرانی کی کتاب پر ڈاکٹر شوکت سبزواری کا یہ اعتراض دلچسپ ہے کہ :-

"مولانا شیرانی نے اپنی قابل قدر کتاب میں اردو کا ارتقاء دکھاتے ہوئے قطبن اور شیخ عثمان وغیرہ شعرا کا کلام پیش کر دیا۔ مولانا اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ اودھی کے شاعر تھے ان کا کلام اودھی میں ہے۔"

(داستان زبان اردو ص۲)

دوسرا جملہ محض تکلف ہے ورنہ پروفیسر شیرانی نے اپنی کتاب میں کبیر، جائسی اور الکھ داس (شیخ عبدالقدوس) کے علاوہ اودھی کے بعض اور شعرا کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اردو کے ان مورخین کی تحریروں کو پڑھ کر بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ حضرات اودھی میں برج سے مماثلت کے سبب دھوکا کھاتے رہے ہیں چنانچہ شیخ عبدالقدوس کے بارے میں پروفیسر شیرانی کا ارشاد ہے :

"وہ اپنے ہندی اشعار ایسی زبان میں کہتے تھے جو برج کے مماثل تھی۔" (پنجاب میں اردو ص۱۹)

پروفیسر مسعود حسین خاں بھی بدماوت اور رام چرت مانس کے سوا سارے ادبی سرمایہ کو برج کا سرمایہ سمجھتے ہیں چنانچہ اودھی کے شاعروں کو بھی برج کا شاعر فرماتے ہیں مثلاً :

"قطبن ... سے کر جائسی تک، اسی کا دور دورہ تھا، غازی پور کے عثمان برج کے مشہور شاعر ہیں۔"

(مقدمہ "تاریخ زبان اردو ص۱۹۱)

افسوس یہ ہے کہ اردو میں لسانیاتی تحقیق کے نام سے جو کام ہوا ہے اس کے "تحقیق" ہونے میں شبہ ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ نامعتبر ماخذ سے غیر صحیح متن نقل کر کے نتائج اخذ کرنے کی مثالیں "قابل ذکر حد تک" مل سکتی ہیں مثلاً پروفیسر شیرانی نے باجن کے ذکر میں فرمایا ہے :

"وہ کہتے ہیں "صفت دنیا بہ زبان دہلوی گفتہ" ...

..... باجن پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو کو زبان دہلوی کے نام سے یاد کیا ہے"

(پنجاب میں اردو ص۱۳۸ یا ص۹۰)

یہ عنوان خود باجن نے قائم کیا ہو اس کا تو بظاہر کوئی امکان نہیں۔ خود اس عنوان کے الفاظ پر اگر غور کر لیا جاتا تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی۔ اس پر طرہ یہ کہ جس نسخے سے یہ عنوان نقل کیا گیا ہے وہ سخت غلط اور بہت بعد کا لکھا ہوا تھا چنانچہ پروفیسر موصوف کو بھی اعتراف ہے کہ :

"یہ اشعار میں نے ایسے نسخے سے لئے ہیں جو سخت غلط ہے اور بارھویں صدی ہجری کے خاتمہ کے قریب لکھا گیا ہوگا۔"

(پنجاب میں اردو ص۳۹)

ایسے نسخے پر اعتماد کر کے لفظ "دہلوی" کے استعمال کی بابت حکم لگا دینا انتہائی بے احتیاطی کی بات ہے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ایسے نسخے سے اخذ کیا ہوا اشعار کا متن بھی لسانیاتی تحقیق کے لئے معتبر نہیں سمجھا جانا چاہئے تھا۔ مولوی عبدالحق مرحوم نے بھی باجن کی مذکورہ نظم کو اسی عنوان نقل کیا ہے :

"گوجری در مذمت دنیا"

(اردو کی ابتدائی نشو و نما ص۲۳)

نظم کے مضمون کی روشنی میں یہ عنوان زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

متن کی صحت اور ماخذ کی ثقاہت پر اردو کی لسانیاتی تحقیق میں کا حقہ توجہ نہیں کی گئی چنانچہ پروفیسر مسعود حسین خاں نے بھی اپنی کتاب مقدمہ "تاریخ زبان اردو" میں مختلف شعرا کے کلام سے جو اقتباسات لسانی تجزیہ کے لئے نقل کئے ہیں ان کے ماخذ کی نشاندہی کرنے پر کا حقہ توجہ نہیں کی ہے بعض اوقات ایک ہی مصرعہ دو مقامات پر دو مختلف طرح بھی نقل ہوا ہے مثلاً :

"اردو کی معیاری شکل ..... پنڈت چندربھان برہمن ۱۰۶۶ھ کا مصرع بھی ہے ؎

خدا نے کس شہر اندر ہمن کو لائے ڈالا ہے"

(مقدمہ تاریخ زبان اردو ص۲۴۹)

اور —

"شاہجہاں ہی کے عہد میں پنڈت چندربھان برہمن نے لکھی تھی ؎

خدا جانے یہ کس شہر اندر ہمن کو لا کے ڈالا ہے

(ایضاً ص۱۶۵)

قطع نظر اس سے کہ دوسری صورت میں مصرعہ ناموزوں ہے "ہیں" کی جگہ "ہین" اور "لائے" کے بجائے "لاگے" لکھا ہے۔ مقدمۂ تاریخ زبان اردو کے مختلف ایڈیشنوں کے علاوہ علی گڑھ تاریخ ادب اردو کی جلد اول میں بھی پروفیسر موصوف کا مضمون شامل ہے اور وہاں بھی اس مصرعہ کو اسی طرح لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے (دیکھیے ص۲۰) اس لیے یہ محض سہو کاتب نہیں معلوم ہوتا۔

اسی سلسلے میں اسی کتاب کا درج ذیل اقتباس بھی قابلِ توجہ ہے:

"انھیں رجب سنگر بارا
بابر جیتا براہیم مارا
اس دوہے کی زبان کا تجزیہ کیجیے تو اس
کی قدامت پر صاد کرنا پڑتا ہے۔ دینا، انھیں
زبان دہلوی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔"
(مقدمۂ تاریخ زبان اردو ص۱۵۱)

اس کتاب کے تمام ایڈیشنوں کے علاوہ علی گڑھ تاریخ ادب اردو کی جلد اول میں بھی "انھیں" پر پیش بنانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ قدیم دہلوی میں یہ لفظ ضمہ کے ساتھ ہی مستعمل تھا یا نہیں اس بارے میں کچھ عرض کرنا میرے لیے مناسب نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ یہ آفریں کی تخفیف "انھیں" ہے اور اب بھی پورب کے لوگ اسی طرح بولتے ہیں۔ یہ محض سرسری طور پر دو تین مثالیں پیش کی گئی ہیں ورنہ تلاش کیجیے تو آپ کو شاید اس سے بھی زیادہ اچھی [illegible] مل سکتی ہیں۔ بہرحال ان مثالوں سے اردو کی لسانیاتی تحقیق کے معیار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

راقم سطور کے خیال میں زبانِ اردو کی ابتدا کا مسئلہ ابھی تک الجھا ہوا اس لیے ہے کہ اردو والے اب تک غیروں کی تحقیقات پر انحصار کرتے آئے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ذہنوں کو آزاد کریں اور مسائل پر خود غور کریں۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں اردو وہ زبان ہے جو ہندوستان کے عوام کی زبانوں پر جاری تھی، مسلمانوں نے اپنے عقائد اور نظریات کی ترویج کے لیے اسے اختیار کیا، اسے ضبط تحریر میں لانے کے لیے ایک رسم الخط دیا، اس زبان نے ہر زمانے میں اپنی انفرادیت کو قائم رکھا لیکن بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کو بھی پورا کیا، ماضی سے اس نے اپنے تعلق کو برقرار رکھا لیکن ماضی کی طرف پلٹ کر جانے کو بھی پسند نہ کیا، یہ عوامی بولی دارالسلطنت سے دور رہ کر ادبی زبان کی حیثیت سے پھلی پھولی البتہ مغلیہ حکومت کے زوال کے ساتھ ہی فارسی کے علما نے پہلے تفنن اور تفریح کے لیے اس کی طرف توجہ کی اور پھر اسے اپنے مخصوص مزاج سے مطابق کرکے اپنے نزدیک معتبر بنا لیا۔ لسانی نقطۂ نظر سے اس زبان کا تعلق ہندوستان کی بولیوں کے اس گروہ سے ہو سکتا ہے جس میں "ر" کے ساتھ ساتھ "ل" بھی ہے جس میں "ڑ" کی آواز قدیم ہے لیکن وہاں "ڈ" کی آواز کا وجود بھی معتبر ہے۔ جہاں "ش" کی آواز پر "س" کو ترجیح دی جاتی ہے (اردو میں دیش غلط ہے دیس صحیح ہے۔ منش غلط ہے مانس صحیح ہے وغیرہ۔ اس بابت تفصیلات آئندہ عرض کی جائیں گی انشاء اللہ) ان حقائق پر نظر کریں تو اردو کا براہ راست تعلق کھڑی کی اس بولی سے ہو جاتا ہے جس سے پنجاب کے گرونانک کی زبان اور فکر بھی متاثر رہی ہے۔ اسی زبان میں سادھن نے وہ مینا ست لکھی تھی جس کا قصہ دکن کے غواصی نے مینا ستونتی میں نظم کیا، انھیں کی وہ مدھومالتی تھی جس کا قصہ نصرتی کے گلشن عشق میں نظم ہوا ہے یوں ایک عرصہ تک پنجاب اور دکن سب اسی زبان کے حلقۂ اثر میں رہے ہیں۔ تلسی داس کی رام چرت مانس بھی اسی زبان کا ایک شاہکار ہے۔

رشتے محض قیاسات یا مفروضات پر قائم نہیں کیے جا سکتے، کوئی لفظ کسی کے کہہ دینے سے کسی زبان کا نہیں ہو جاتا، دلائل اور براہین کے بغیر جو بات بھی کہی جائے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ زبان کے مسئلے کو محض سرسری طور پر حل نہیں کیا جا سکتا اس کے لیے مختلف پہلوؤں پر نظر رکھنا ضروری ہے اور ہر پہلو پر الگ الگ کام کرنا لازم ہے۔ راقم سطور نے اپنی بے بضاعتی اور کم مائگی کے احساس اور اعتراف کے باوجود اس سلسلے میں کچھ فکر کی ہے چنانچہ "پدماوت کی مختصر فرہنگ" کی اشاعت کا مقصد یہ تھا کہ بعض قدیم الفاظ ایک مستند ماخذ کے حوالے سے یکجا ہو جائیں اس میں یہ عرض کیا گیا ہے کہ:

"پدماوت میں جو بھی لفظ نظم ہوا ہے
اسے کسی دوسری جدید زبان مثلاً برج"

ہریانی، کھڑی یا دکنی سے متعلق اُس وقت تک تسلیم نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کے لیے ان زبانوں میں کوئی قدیم تر سند مل جائے ...... یوں اصولاً پدماوت میں مستعمل ہر لفظ کو اودھی بھاکھا سے متعلق ہی خیال کرنا چاہیے البتہ اگر کوئی قدیم تر سند اس کے برخلاف ملے تو اسے بلا تامل تسلیم کیا جائے گا لیکن بے سند دعوے کی اہمیت تحقیق میں کچھ نہیں۔" (ص ۲۹)

لفظیات کے بعد قواعد کی ترتیب کا کام اہم تر تھا چنانچہ اسی نظریہ کے مطابق "قاعدہ ہندی ریختہ" کو مرتب کر کے شائع کیا، اس میں قواعد کے کم و بیش تمام مسائل کو اس طرح حل کرنے کی کوشش کی کہ اردو کا اودھی سے تعلق ظاہر ہو سکے چنانچہ ضمائر اور افعال اور ادوات تک کی اصل دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں اس خیال کا اعادہ کیا گیا ہے کہ:

"زبان ہندی یا ہندوی کا جتنا قدیمی سرمایہ اب تک دستیاب ہوا ہے من حیث الاکبر پوربی یا اودھی ہی میں ہے اور یہ امر مسلّم ہے کہ زبان اردو کا قدیمی نام ہندی یا ہندوی ہے۔ زبان اردو کی ابتداء کا مسئلہ ہو یا اس کی قواعد کی بحث ہندی یا ہندوی کے اس قدیمی سرمایہ کو نظر انداز کر کے حقیقت تک پہنچنا قطعاً ممکن نہیں ہے۔" (ص ۳)

اردو اور اودھی کے تعلق کی بابت عرض کیا گیا ہے کہ:

"اس کا امکان ہے کہ بعض بحثیں تشریح طلب رہ گئی ہوں لیکن یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر اودھی بھاکھا کی قواعد کی روشنی میں کوشش کی جائے تو اردو قواعد کے کم و بیش تمام مسائل حل کیے جا سکتے ہیں اور یہ صورت حال دونوں زبانوں کے قریبی تعلق کی قطعی مظہر ہے۔" (ص ۱۷)

اب انشاء اللہ عنقریب ایک کتاب شائع کی جائے گی جس میں یہ مسئلہ زیر بحث آئے گا کہ اردو اپنی اصل کے لحاظ سے ترکیبی ہے یا تفصیلی؟ باقی دوسرے مسائل بھی انشاء اللہ آئندہ زیر بحث آتے رہیں گے۔

اس تمام بحث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جو کچھ عرض کیا جا رہا ہے اسے من و عن تسلیم ہی کرا لیا جائے لیکن اس خواہش کے اظہار میں غالباً کوئی قباحت نہیں ہے کہ اردو کے دامن کو تنگ بنا کر ہم اپنی زبان کی کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتے۔ حقائق کی جستجو وسیع تر فضا میں کی جانی چاہیے اور تمام امکانات کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ بعض مخصوص، متعین اور محدود بنیادوں پر محض قیاسات کے سہارے حقیقت تک پہنچنا ہرگز ممکن نہیں ہے اور اگر روایات اور حکایات کے طلسم کو توڑ کر حقیقت تک پہنچنا ممکن معلوم ہو تو اس طلسم کو توڑ ڈالنے میں ہی عافیت ہے۔

(باقی صفحہ ۲ سے آگے)

۲۔ ٹونک شہر کے گرلز مڈل اسکول میں اردو تعلیم کو لازمی طور پر تھرڈ لنگویج کی شکل میں شروع کیا جائے۔

۳۔ ٹونک، نیلی گڑھ اور ادیپارہ کے سکنڈری، ہائر سکنڈری اسکولوں میں تھرڈ لنگویج کی حیثیت سے اردو جاری کی جائے۔

۴۔ مال پورہ ہائر سکنڈری اسکول میں آج تک اردو ٹیچر مقرر نہیں کیا گیا ہے وہاں جلدی سے جلدی اردو کا سینئر ٹیچر رکھا جائے۔

۵۔ مدارس اسکولوں میں جہاں اردو پڑھائی جاتی ہے ٹیچر کا تقرر کیا جائے اور اس کی پوسٹ علیحدہ ہی منظور کی جائے۔

۶۔ اردو ٹیچرس ٹریننگ اسکول کو ٹونک میں قائم کیا جائے۔

۷۔ راجستھان میں گورنمنٹ کالج ٹونک ہی، جہاں سب سے زیادہ اردو کے ریگولر طالب علم ہوتے ہیں اور اس سینٹر پر تمام راجستھان سے زیادہ اردو کے امیدوار پرائیویٹ بی اے کے امتحانات میں شریک ہوتے ہیں۔ اردو ایم اے کی کلاس شروع کرائی جائے۔

۸۔ شعبہ تحقیقات علوم شرقیہ ٹونک کو عربی فارسی کے قلمی نسخوں کا مرکز بنایا جاوے اور تمام صوبہ کے بکھرے ہوئے مخطوطات کو یہاں جمع کیا جاوے تاکہ ریسرچ اسکالرس اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔

۹۔ سرکاری سطح پر اردو کی ترقی سے متعلق ایک کمیٹی بنائی جائے اور اس میں انجمن کے نمائندہ کو شامل کیا جائے۔

وزیر تعلیم نے اردو کے ساتھ کی گئی ناانصافیوں کے "ازالے" کا وعدہ اور شکایات کو جلد دور کرنے کی یقین دہانی کرائی۔

حبیب الرحمٰن خاں، صدر انجمن

مراسلات

اردو کا رسم الخط

ہماری زبان مورخہ یکم دسمبر ۱۹۷۳ء میں اردو زبان میں ٹائپ اور رومن رسم الخط اپنانے کے متعلق محترم سجاد مرزا صاحب کا مراسلہ نظر سے گزرا۔ اردو ٹائپ کو رائج کرنے کے بارے میں اُن کا مشورہ نہایت مفید اور اہم ہے۔ اردو ٹائپ میں صاف ستھری کتابیں چھپنے کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جا رہی ہے دشواری یہ ہے کہ چھوٹے پبلیشروں اور عام لوگوں کی طاقت سے باہر ہے کہ ٹائپ کو اپنا سکیں کیونکہ لیتھو کے مقابلہ میں ٹائپ کافی گراں پڑتا ہے سجاد صاحب کے دوسرے مشورہ سے اردو ٹائپ کی ضرورت ہی کہاں باقی رہتی ہے کیونکہ جب اردو زبان رومن رسم الخط میں لکھی جائے گی تو صرف انگریزی ٹائپ کی ہی مانگ ہوگی ہندی والے بھی تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اردو سے کوئی دشمنی نہیں ہے صرف دیوناگری رسم الخط استعمال کیا جائے۔ اگر اردو زبان کو رومن رسم الخط سے جیتنے دیا ہے تو دیوناگری رسم الخط ہی میں کیا برائی ہے وہ تو گھر کی ہی زبان ہے میرے نزدیک تو اردو کا مسئلہ زبان کا نہیں بلکہ رسم الخط کا ہے زبان اصل تو وہی ہے جو ہم سب بولتے ہیں اگر اس کا نام ہندی رکھ کر اس ہندی کے دو رسم الخط منظور کر لئے جائیں تو کون سا نقصان ہوگا ایک رسم الخط دیوناگری اور دوسرا اردو۔ ہم لوگ آخر پناہ گزیں کو شرنارتھی تو بولتے ہی ہیں اس کو لکھنے میں کیا قباحت ہے۔ اردو کے لئے تو اور بھی اچھا ہے کہ نئے نئے الفاظ زبان کو ملیں گے اگر وہ جاندار ہیں تو باقی رہیں گے ورنہ چلن سے خود ہی اتر جائیں گے۔ اردو زبان ویسے بھی عربی، فارسی، سنسکرت اور مقامی زبانوں کا مرکب ہے اس لئے زبان کے مقابلہ میں فضیلت رسم الخط کو ہے جو ہمیں عزیز ہی نہیں ہے بلکہ اردو کی بقا کا ضامن بھی ہے۔ ہماری یوپی سرکار نے کچھ عرصے سے ایک گزٹ نکالنا شروع کیا ہے جو اردو رسم الخط میں ہندی گزٹ کا چربہ ہوتا ہے اس سے ایک فائدہ یہ تو ہے کہ غریب اردو داں اس کو پڑھ لیتا ہے چاہے سمجھ نہ سکے اگر یہی گزٹ عربی اور فارسی کے بھاری بھرکم اور مترادف الفاظ کے ساتھ دیوناگری رسم الخط میں شائع ہوتا تو اس کو پڑھنا زیادہ دشوار ہوتا۔

رومن رسم الخط میں اردو لکھنے کی بظاہر کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ میرزا صاحب نے ایک محدود ضرورت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جاہل اور اَن پڑھ اردو داں رومن رسم الخط میں درخواستیں گزار کر عہدے داروں سے اپنا کام لے سکیں گے اب ایک مسئلہ تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمام جاہل اور اَن پڑھ اردو جاننے والوں کو پہلے انگریزی حروف تہجی سے اتنی واقفیت کرائی جائے کہ وہ رومن رسم الخط میں صحیح اردو لکھ سکیں اور جب ان میں اتنی اہلیت پیدا ہو جائے گی تو بجائے اردو کے اپنی درخواستیں انگریزی میں ہی کیوں نہ لکھیں گے پھر ایک نیا مسئلہ یہ اٹھ کھڑا ہوگا کہ متعلقہ عہدے داروں کو بھی انگریزی پڑھائی جائے تاکہ وہ رومن رسم الخط کو پڑھ سکیں کیونکہ آجکل اکثر طالب علم انگریزی زبان بالکل پڑھتے ہی نہیں ہیں اور وہی آگے چل کر عہدے دار بنتے ہیں۔

اس طرح میرے نزدیک رسم الخط کی تبدیلی اردو کے مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے بلکہ اردو کی موت ہے۔

رامپور۔ • محمود نیازی

ضرورت کتاب

بی کام میں اردو زبان دوم کی حیثیت سے پڑھنے والے طلبہ کے نصاب کی تیاری کے لئے خط و کتابت کی ایک کتاب کی ضرورت ہے جس میں تجارتی خط و کتابت کے اصول اور نمونے دکھلائے گئے ہوں۔ کسی صاحب کو ایسی کوئی کتاب کا علم ہو تو مہربانی کرکے کتاب کا نام اور ناشر کے پتہ سے مطلع فرمائیں۔

• میر احمد علی، ڈیپارٹمنٹ
آف اردو جی۔ بی۔ کالج
تلیچری (کیرالا)

میر کے ایک شعر کی وضاحت

رئیس منظر صاحب نے میر کے مندرجہ ذیل شعر کا مطلب دریافت کیا ہے۔

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

کئی سال ہوئے کہ میں نے حضرت اثر لکھنوی کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا تھا اور مرحوم سے گزارش کی تھی کہ وہ براہ کرم شعر مذکور کی صراحت فرمائیں حضرت اثر مرحوم نے میرے عریضہ کا جواب بڑی محبت و شفقت سے دیا اور اپنے مخصوص انداز میں میر کے مذکورہ بالا شعر کی وضاحت فرمائی حضرت اثر مرحوم کے اس گرامی نامہ کی نقل "ہماری زبان" کے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے حاضر کر رہا ہوں۔

• اقبال ردولوی

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۲ پر)

انجمن کی خبریں

اردو کے ناشرین اور مصنفین سے اپیل

دہلی میں انجمن ترقی اردو کی کل ہند کانفرنس (۲۹ تا ۳۱ دسمبر ۷۲ء) کے موقع پر ۱۹۷۰ء کے بعد شائع ہونے والی اردو کتابوں کی جو نمائش ہونے والی ہے، افسوس ہے کہ ہماری گزشتہ اپیل کے باوجود اس کے لئے اب تک بہت کم کتابیں موصول ہوئی ہیں۔ نمائش کے لئے ہمیں سنجیدہ علمی و ادبی کتابوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ اردو ناشرین کے علاوہ اُن مصنفین سے جنھوں نے اپنی کتابیں خود شائع کی ہیں ہم پر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ مجوزہ نمائش کے لئے اپنی کتابیں بھیج کر اسے کامیاب بنائیں۔ حسب ہدایت ان کی تمام کتابیں بحفاظت واپس کر دی جائیں گی۔ براہ کرم کتابوں کے آخری صفحہ پر اپنی مہر لگا دیں یا اپنا پتہ لکھ دیں۔

کتابیں بھیجنے کا پتہ: ڈاکٹر خلیق انجم (جوائنٹ سکریٹری)
انجمن لاج۔ کلاں محل دہلی-۶
• فخر رئیس۔ کنوینر نمائش کمیٹی

اسکولوں میں اردو کلاسز کھولنے کا مطالبہ

بھوپال: انجمن ترقی اردو کا ایک وفد ڈائرکٹر تعلیمات عامہ مدھیہ پردیش سے ملا اور ان سے نصر اللہ گنج اور سیہور کی انجمن کی شاخوں نے وہاں کے مختلف مدارس میں اردو تعلیم کے لئے جو نمائندگی کی ہے اس بارے میں گفتگو کی۔ مسٹر ملا پنچ ڈائرکٹر نے یقین دلایا کہ ان مقامات پر اردو کلاسز قائم کر دی جائیں گی اور اردو اساتذہ کا تقرر کیا جائے گا۔ وفد نے ہائر سکنڈری مدارس کی جن کی تعداد صوبہ میں ۱۰۰۰ کے قریب ہے، اردو لکچررز کی آسامیوں کے قائم کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور کہا کہ ۲ ہزار لکچررز میں اردو کے صرف ۵۰ ہیں، یہ تعداد اردو کے ساتھ ناانصافی کی مظہر ہے۔ وفد نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ڈائرکٹریٹ میں سانی اقلیتوں کے معاملات کی دیکھ ریکھ کے لئے ایک علیحدہ آفیسر مقرر کیا جائے۔ مسٹر پنچ نے یہ مطالبہ بھی تسلیم کرتے ہوئے ایک ڈپٹی ڈائرکٹر کو اس ذیل میں نامزد کیا۔ • نامہ نگار

انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کے جنرل سکریٹری کا دورہ

بھوپال: مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری پروفیسر آفاق احمد نے اندور اور نصر اللہ گنج مقامات پر انجمن کے عہدے داروں سے اور مختلف اراکین سے ملاقات کی اور اس پر زور دیا کہ انجمن کو فعال بنایا جائے۔ نصر اللہ گنج میں باقاعدہ انجمن کی شاخ قائم ہے اور اردو کے حقوق کے لئے مصروف ہے۔ اندور میں تنظیمی کام کو از سر نو فعال بنانے اور اس صنعتی شہر میں اردو کی اس عظیم جماعت کو منظم کرنے کے لئے اردو دوستوں کو آمادہ کیا گیا۔

اس ذیل میں بڑی کامیابی ہوئی اور بڑی تعداد میں انجمن کی رکنیت سازی جاری ہے۔ رتلام میں بھی انجمن کی شاخ کے باقاعدہ قیام کے لئے کوشش کی جا رہی ہے۔ جنرل سکریٹری نے اس پر زور دیا کہ انجمن ہی اردو دوستوں کا مشترکہ جیٹ فارم ہے جو اردو کے مسائل بہتر طور پر حل کر سکتی ہے۔ • نامہ نگار

انجمن ترقی اردو ٹونک کا وزیر تعلیم راجستھان کو میمورنڈم

وزیر تعلیم راجستھان جناب سید نار دوں حسن صاحب کی دار العلوم خلیلیہ ٹونک میں تشریف آوری کے موقع پر انجمن ترقی اردو ٹونک کے صدر جناب حبیب الرحمٰن خاں صاحب ایڈوکیٹ نے مندرجہ ذیل میمورنڈم بشکل سپاسنامہ پیش فرمایا۔

۱۔ شہر ٹونک اور ضلع کے ایسے پرائمری اسکولوں و مڈل اسکولوں میں جہاں اردو پڑھنے والے ستر فیصدی بچے موجود ہوں وہاں لازمی طور پر اردو کی تعلیم کا انتظام فرمایا جائے۔

(باقی صفحہ ۵ کالم ۲ پر)



اخباروں سے تراشے

اردو کو یوپی کی دوسری زبان بنانے کا مطالبہ

نئی دہلی: ممبرانِ پارلیمنٹ پر مشتمل اردو کمیٹی نے آج اس مطالبہ کو دہرایا کہ اردو کو اتر پردیش کی دوسری سرکاری زبان بنایا جائے کمیٹی نے نائب مرکزی وزیر داخلہ جناب فخر الحسن محسن کے بیان کردہ اس سرکاری موقف پر بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے جس کا اعلان انھوں نے حال ہی میں پارلیمنٹ میں کیا تھا اور کہا تھا کہ اردو کو دوسری سرکاری زبان نہیں بنایا جائے گا پارلیمانی کمیٹی کے جلسہ میں ایک قرارداد منظور کی گئی اور پنڈت آنند نرائن ملا کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں وزیر اعظم کے سامنے ایک یوصنداشت پیش کریں جناب ملا نے کمیٹی کے سامنے یو۔پی کے گورنر کا ایک خط پڑھ کر سنایا جس میں کہا گیا تھا کہ حکومت نے مذہب یا گروہوں کا لحاظ کئے بغیر اردو ٹیچر مقرر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کمیٹی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ پارلیمانی ممبروں میں اردو کی نشو ونما پر مباحثوں کا انتظام کیا جائے۔

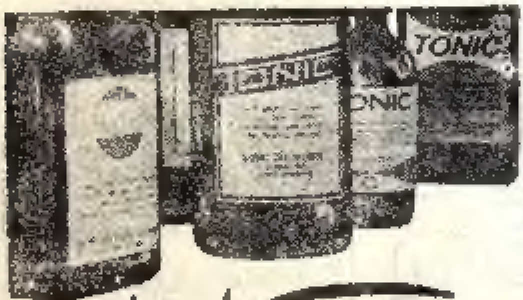
جناب ہرش دیو مالویہ ایم۔پی نے کہا کہ اردو زبان کی نشوونما اور ترقی کے مسئلہ کو محض اردو بولنے والی آبادی کے تناسب کے نقطۂ نظر سے دیکھنا نہیں چاہیے بلکہ ایک اہم قومی زبان کی حیثیت سے اس کو اس کا جائز مقام ملنا چاہیے کمیٹی کے نائب صدر جناب عزیز امام نے مشورہ دیا کہ ممبرانِ پارلیمنٹ کو اردو سکھانے کے لئے اسی طرح انتظام کیا جانا چاہیے جس طرح ہندی سیکھنے کے لئے جماعتوں کے انتظامات کئے گئے ہیں۔

— سیاست جدید کانپور

پارلیمنٹ کی اردو کمیٹی کا مطالبہ

پارلیمنٹ کی اردو کمیٹی کا ایک اجلاس ۲ر دسمبر کو جناب آنند نرائن ملا کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں کمیٹی نے نائب وزیر داخلہ جناب ایف ایچ محسن کے اس بیان پر اظہار بے اطمینانی کیا کہ اردو کو یوپی کی دوسری سرکاری زبان نہیں بنایا جائے گا اور اپنے اس مطالبہ کا اعادہ کیا کہ اردو کو یوپی کی دوسری سرکاری زبان بنایا جائے کمیٹی نے ایک قرارداد کے ذریعہ اپنے صدر جناب آنند نرائن ملا کو اس سلسلہ میں وزیر اعظم ہند کو ایک میمورنڈم پیش کرنے کا اختیار دیا ہے۔

ذ تو حکومت کی جانب سے یوپی میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے سے انکار کرنا نئی بات ہے اور ذ اردو کمیٹی کی جانب سے یہ مطالبہ نیا ہے کہ اردو کو یوپی کی دوسری سرکاری زبان بنایا جائے اور نہ میمورنڈم پیش کرنے کی تجویز نئی ہے کیونکہ سرکار ۲۵ برس سے انکار کر رہی ہے اور ہم یا اردو کے مختلف ادارے اور تنظیمیں برابر یہ مطالبہ کرتی رہی ہیں کہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ میمورنڈم بھی اس سے پہلے کئی پیش ہو چکے ہیں۔ پھر یہ سوال



یہ اہم نہیں کہ کسی ٹانک کے اجزا
کیا ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ
آپ کے جسم کو اس سے کیا ملتا ہے؟

سنکارا
آپ کے جسم کو بہت کچھ دیتا ہے

سنکارا میں ضروری وٹامنوں اور معدنی اجزا کے ساتھ ہی چودہ جڑی بوٹیاں خاص کر شامل ہیں جن سے ہضم کی طاقت بہتر کام کرتی ہے اور جن کی مدد سے آپ کا جسم سنکارا میں شامل وٹامنوں وغیرہ کو بہت تیزی سے جذب کرتا ہے اور آپ کی غذا صحیح طور پر اور تیزی سے جزو بدن ہو کر آپ کو بہت جلد قوت حاصل ہوتی ہے۔



ہمدرد

پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا ہونا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اردو کی لڑائی جس طرح سے اب تک لڑی گئی ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہم اس کے سوا کیا کہیں کہ اردو کمیٹی برابر اپنی کوششیں اس وقت تک جاری رکھے جب تک اردو کو اس کا یہ جائز حق نہیں مل جاتا۔

• اداریہ الجمعیۃ دہلی

بھارتیہ کرانتی دل کی اردو کے متعلق پالیسی میں تبدیلی

لکھنؤ یوپی اسمبلی کے انتخابات کے پیش نظر بھارتیہ کرانتی دل نے اردو کے بارے میں اپنی پالیسی تبدیل کرلی ہے۔ بھارتیہ کرانتی دل کے چیئرمین جناب چرن سنگھ نے کہا ہے کہ اگر یوپی کی اکثریت اجازت دے گی تو وہ اردو کو یوپی کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیدیں گے۔ انھوں نے کہا کہ بھارتیہ کرانتی دل کا خیال ہے کہ جو لوگ اردو کو ایک الگ زبان سمجھتے ہیں ان کو اس کا رسم الخط برقرار رکھنے کا حق ہے اگر بھارتیہ کرانتی دل کی حکومت برسر اقتدار آگئی تو حکومت ہر اس اسکول میں اردو کے ذریعہ تعلیم کا انتظام کرے گی جہاں اس کی خواہش کی جائے گی۔

• دعوت، دہلی

جن سنگھ کے خیال میں بھی اردو ہندوستانی زبان

نئی دہلی: جن سنگھی رکن جناب پتمبر داس نے راجیہ سبھا میں لسانی اقلیتوں کے کمیشن کی تیرھویں رپورٹ پر ہونے والی بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ میرے خیال میں دیوناگری رسم الخط اردو کے لئے اختیار کیا جانا چاہئے کیونکہ اس زبان کی ترقی اور اسے ملک کے عوام کے تمام طبقوں کے لئے قابل قبول بنانے کی غرض سے ایسا کرنا ضروری ہے۔

انھوں نے کہا کہ اردو ایک ہندوستانی زبان ہے اور اگر ہم اس کے لئے دیوناگری رسم الخط اختیار کرلیں تو اسے سیاسی اور فرقہ وارانہ مقاصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکے گا۔

• قومی آواز، لکھنؤ

اردو ٹیچروں کو مساوی حقوق دینے کا مطالبہ

سنبھل مراد آباد: ضلع مراد آباد کے اردو ٹیچرز کی کانفرنس نے حکومت اترپردیش اور محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ عام ٹیچرز کی طرح اردو ٹیچروں کو جملہ حقوق دئے جائیں اور ان کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ کانفرنس نے درج ذیل قرارداد بہ اتفاق رائے سے منظور کیں۔

۱۔ تمام اردو ٹیچروں کی تقرریوں کو مستقل کیا جائے اور انھیں مہنگائی الاؤنس دوسرے بھتے دئے جائیں۔

۲۔ ضلع پریشد تمام اسکولوں میں بھی اردو ٹیچروں کا تقرر کیا جائے۔

۳۔ ہر بلاک میں اردو کے مسائل کی دیکھ ریکھ کے لئے ایک انسپکٹر (اردو تعلیم) کا تقرر ہو۔

۴۔ ضلع مراد آباد میں اردو کو جملہ حقوق اور مراعات دی جائیں۔

۵۔ محکمہ تعلیم کے اردو مخالف افسران اور عملے کے خلاف کارروائی کی جائے۔

۶۔ جن اردو ٹیچروں کو ان کی قیام گاہوں سے دور تقرری دی گئی ان کا تبادلہ ان کے علاقوں میں کیا جائے۔

• قومی آواز، دہلی

گرامر اسکول سے اردو تعلیم کے خاتمے پر تنقید

حیدرآباد: جناب قاسم علی عابد ایم پی (کانگریس) نے گرامر اسکول سے اردو ذریعہ تعلیم کی برخاستگی پر سخت تنقید کرتے ہوئے اسے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے سیکولر اقدامات کے منافی قرار دیا اور ریاستی حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ اس خصوص میں مداخلت کرتے ہوئے اردو تعلیم کے انتظامات کو برقرار رکھنے کی اسکول کے انتظامیہ کو ہدایت دے۔

انھوں نے اپنے ایک صحافتی بیان میں کہا کہ گرامر اسکول حیدرآباد کے قدیم ترین اسکولوں میں شمار ہوتا ہے اور یہاں پر ۹۰ فیصد اردو داں ہونے کی وجہ سے اردو تعلیم کا بھی انتظام ہے لیکن یہ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ ہندی کو فروغ دینے کے بہانے اردو کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جو کسی طرح بھی قابل عمل نہیں ہو سکتا۔

• سیاست، حیدرآباد

زبان زندگی اور تعلیم
از
خواجہ غلام السیدین
قیمت: ۲ روپے
انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ)

دوسری ادبی اداروں کی خبریں

سجاد ظہیر ایوارڈ

اکیڈمی آف انڈین آرٹ اینڈ کلچر کی مجلس عاملہ کا ایک جلاس ۲۰؍دسمبر ۷۳ء کو غالب اکیڈمی نظام الدین کی آرٹ گیلری میں منعقد ہوا۔ مجلس عاملہ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اردو کے ممتاز دانشور جناب سجاد ظہیر مرحوم کی کوئی مناسب یادگار قائم کی جائے۔ اس سلسلے میں ابوالفیض سحر نیز سلمان رضوی کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ سجاد ظہیر مرحوم نے آرٹ اور ادب کے ذریعہ قومی یکجہتی کی تحریک کو فروغ دینے کی جو موثر کوششیں کی ہیں اور جو ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں ان کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے ہر سال ملک کے ایسے ادب اور آرٹ کے نمائندوں کو "سجاد ظہیر ایوارڈ" دیا جائے جنھوں نے ہندوستانی زندگی میں قومی یکجہتی و لسانی ہم آہنگی کے جذبات کو پروان چڑھانے میں قابل قدر خدمات انجام دی ہوں۔ اس سلسلہ میں مختلف کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں آچکی ہے۔ اور ضروری تیاریاں کی جارہی ہے۔

• سلمان رضوی۔ جنرل سکریٹری

اردو کلب اترپردیش شاخ امروہہ میں کل ہند مشاعرہ

اردو کلب اترپردیش شاخ امروہہ کے زیر اہتمام جناب جواہر بھارتی کی صدارت میں ایک کل ہند مشاعرہ اگروالہ دھرم شالہ میں منعقد ہوا۔ خصوصی مہمان کی حیثیت سے اردو کلب اترپردیش شاخ لکھنؤ کے جنرل سکریٹری جناب رام لعل (افسانہ نگار) نے شرکت فرمائی۔

اپنی تعارفی تقریر میں جناب رام لعل نے اردو کلب اترپردیش کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور امروہہ اردو کلب کی سرگرمیوں کی بے حد تعریف کی۔

• انیس احمد انیس پروپیگنڈہ سکریٹری

اردو کو اترپردیش کی دوسری سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ

کانپور۔ اترپردیش اردو میڈیم ٹیچرس ایسوسی ایشن کانپور کی مجلس عاملہ نے متفقہ طور پر ایک تجویز کے ذریعہ حکومت ہند اور حکومت اترپردیش سے مطالبہ کیا ہے کہ اردو زبان جو ملک کے گزشتہ گورنمنٹ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور جس نے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اس کو اترپردیش کی دوسری سرکاری زبان بنانے کے جائز حق کو تسلیم کیا جائے۔ حکومت نے خدانخواستہ اس جائز مانگ کو ٹھکرا دیا تو اس کے صاف معنے یہ ہوں گے کہ اس کو کروڑوں اردو بولنے والوں کا کوئی خیال نہیں ہے اور وہ اردو زبان کے مسائل کا صحیح حل نہیں نکالنا چاہتی ہے۔ مزید برآں ایسوسی ایشن نے اردو زبان کی جملہ تحریکوں سے بھی پرزور اپیل کی ہے کہ وہ وقت کے اس اہم تقاضے کو سمجھیں اور اس تجویز کی تائید میں جلسے کرکے حکومت کو مجبور کریں کہ وہ اردو کو دوسری سرکاری زبان تسلیم کرلے۔

• محمد شریف سکریٹری نشر و اشاعت

(صفحہ ۷ سے آگے)

(حضرت آثر لکھنوی کے خط کی نقل)

عزیزی سلمہ۔ دعا

تم نے میر کے اس شعر کا مطلب پوچھا ہے ؎

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

پہلے یہ سمجھو کہ اگلے زمانے میں عاشق اپنے عشق کے ثبوت میں اور معشوق کی یاد تازہ رکھنے کو اس کے ہاتھ کا چھلا لے کر اور اسے آگ میں تپا کر اس سے اپنے پشت دست یا سینے کو داغتے تھے اور اس کو اصطلاحاً "گل کھانا" کہتے تھے۔ شعر میں داغوں سے اسی پشت دست پر چھلّے کے داغوں سے مراد ہے۔ یہ داغ گول ہوتے ہیں۔ نرگس کے پھول بھی گول ہوتے ہیں۔ نرگس کے پھول کو آنکھ سے بھی تشبیہ دیتے ہیں۔

یہ داغ متعدد ہوتے تھے لہذا ہاتھ کو دستۂ نرگس (نرگس کے پھولوں کا گلدستہ) کہا۔

شعر کا حاصل یہ ہوا کہ میری آنکھیں ہی معشوق کے دیدار کو نہیں ترستی ہیں بلکہ اس کے عشق میں ہاتھ پر جو داغ (گل) کھائے تھے وہ بھی حسرت دیدار میں چشم نرگس کی طرح اس کا راستہ تک رہے ہیں (شعر میں "سے" "بھی" مانند ہے)

اگر کوئی شبہ باقی رہا ہو تو پوری آزادی کے ساتھ بلا تامل لکھو۔ آج کل دیگر تکالیف کے علاوہ درد کمر میں مبتلا ہوں۔

دعاگو
آثر

تبصرہ

وحید اختر

رائگاں۔

• مصنف: بشر نواز
• ناشر: دکن پبلشرز، تاج آفسٹ پریس اورنگ آباد
• قیمت: چار روپے

بشر نواز اردو کی اسی نئی نسل کے جانے پہچانے شاعر ہیں جس نے آزادی کے بعد شعر کو نئے موضوعات و اسالیب سے روشناس کیا۔ بشر نواز نے اردو کی کلاسیکی شاعری خصوصاً اساتذۂ غزل کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور کلاسیکی اسالیب بیان و شعریات کو برتنا سیکھا ہے۔ اسی لیے وہ ابتدائے سخن سے اپنی غزل کی کلاسکیت کے لیے نمایاں رہے ہیں۔ لیکن بشر نواز کا دائرہ محض غزل تک محدود نہیں۔ انھوں نے نظم میں بھی قابل لحاظ انفرادیت حاصل کی ہے۔ ان کی نظم کا مزاج سنہ ۶۰ء کے بعد لکھی جانے والی اردو نظم سے ہم آہنگ ہے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے سنہ ۶۰ء کے بعد جدیدیت کی نئی رو دوں کو بھی فنکارانہ طریقے سے برتا اور اپنی نظم کی فضا میں سمویا ہے۔ "رائگاں" ان کے پچھلے بیس برس کے کلام کا نمائندہ انتخاب ہے۔ نظموں کا حصہ غزلیات سے زیادہ ضخیم ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ غزل پر قدرت رکھنے کے باوجود نظم کو ہم عصر شعری اظہار کے لیے غزل سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی نظمیں کسی بھی جدید انتخاب نظم میں جگہ پانے کی مستحق ہیں۔

غزل میں انھوں نے کلاسیکی رچاؤ کو رومانی لہجے سے آمیز کیا اور ہم عصر زندگی کے ان مسائل و کیفیات کے بیان کے لیے وسیلہ بنایا ہے جو نہ صرف نئے طرز احساس بلکہ طرز اظہار کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ بشر نواز کی غزل جدید غزل میں لہجے، محاورے، لفظیات، امیجری، استعارات و علائم کی تبدیلی کی غماز ہے۔ انھوں نے اس تبدیلی کو جدید تر شعرا کی اکثریت کی طرح محض تقلید یا فیشن سمجھ کر قبول نہیں کیا، بلکہ یہ تبدیلی ان کے یہاں تخلیقی عمل کے برسوں کے ریاض اور شاعرانہ تجربے کی انفرادیت و اعتبار کی مرہون ہے۔ تنگیٔ داماں کی وجہ سے ان کے اشعار سے مثالیں دینا ممکن نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر کوئی بھی غیر جانبدار قاری ان کے اس مجموعے کا مطالعہ محض ذوق کی رہنمائی میں کرے تب بھی وہ میری رائے سے اتفاق کرنے پر مجبور ہوگا۔

"رائگاں" اورنگ آباد (مہاراشٹرا) سے شائع ہوئی ہے جو مولوی عبدالحق کی معتمدی انجمن ترقی اردو کے زمانے میں اردو کتابوں کی اشاعت کا سب سے اہم مرکز رہا ہے لیکن اس کے بعد سے اس میدان میں صدر دم سا ہو گیا تھا۔ مجموعے کی کتابت، طباعت اور ظاہری زیب و زینت معیاری ہے اور یہ امید بندھتی ہے کہ اگر حالات سازگار رہیں تو اورنگ آباد پھر ایک بار اردو کی اشاعتی دنیا میں نمایاں مقام حاصل کر سکتا ہے۔ وہاں اچھے شاعروں اور ادیبوں کی کبھی کمی نہیں رہی ہے۔ بشر نواز اورنگ آباد کے ممتاز ترین شاعروں میں سے ہیں جنھوں نے دکن کی ادبی روایات کو نئے شعری مزاج میں سمو کر اردو دنیا میں اپنا مقام بنایا ہے۔ "رائگاں" ایک پکے اور منجھے مشق شاعر کے فنی ریاض کا پہلا گلدستہ ہے جو چار روپے میں دکن پبلشرز، تاج آفسٹ پریس اورنگ آباد سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

آئینہ اور پرچھائیں۔

• بل کرشن اشک
• ناشر شعبۂ انگریزی، ریجنل سنٹر پنجاب یونیورسٹی رہتک۔
• قیمت: دس روپے
• صفحات: ۱۶۰

موجودہ صدی کے چھٹے دور سا تویں دہے میں اردو کے جن غزل گو شعرا نے اپنے چونکا دینے والے لہجے سے اردو دنیا کو متاثر کیا، ان میں بل کرشن اشک کا نام اہم ہے "نصرت" (لاہور) کے صفحات پر روشناس ہونے والے اس ہندوستانی غزل گو کے یہاں روایت شکن لہجے ہیں کے باوجود بعض کلاسیکی غزل گو شعرا کے لہجے کی پرچھائیاں اتنی نمایاں تھیں کہ ابتدا میں ناقدین نے جدید غزل گو اشک کے حوالے سے ناسخ اور شاہ نصیر کی سنگلاخ زمینوں میں بے تکلف مگر استادانہ طبع آزمائی کے حوالے سمجھا۔ لیکن اشک نے اس

رنگ کو جس طرح ہم عصر عہد کے مزاج سے آشنا کیا وہ اُن کے سچے اور حقیقی شاعر ہونے کا ثبوت ہے۔ غزل میں اپنی انفرادیت کا سکہ جمانا مشکل تر ہے کیونکہ اساتذہ کے لہجوں کے کارواں میں اپنی آواز کا چہرہ بنانا اور اس کی طرف ذوقِ سخن کو متوجہ کرنا بڑا ریاض اور اس کے ساتھ لہجے کی چونکا دینے والی کیفیت کا متقاضی ہوتا ہے۔ اشک کی اٹھان جتنی چونکا دینے والی تھی اُن کا فنی ارتقا بھی ویسا ہی امید افزا ہے۔ وہ انگریزی کے استاد ہیں، اس لئے نئے ادب اور مغرب کی جدیدیت ان کے لئے اجنبی نہیں۔ اپنے اس مطالعے کو غزل ایسی کمتر صنف میں سمونا تخلیقی بصیرت چاہتا ہے۔ اشک کی غزلیں نئے غزل گو شعراء کے ہجوم میں، جس میں وہ اب تک خاصے منفرد ہو چکے ہیں، انھیں خود بخود نمایاں کر دیتی ہیں۔ ان غزلوں کے آب و رنگ میں ہندی کے الفاظ پنجاب کی فضا کی تعمیر کرنے والے عناصر اردو کلاسیکی غزل کے اسالیب، ایک آزاد اور روایت سے منحرف ذہن کے عوامل اور ان سب کے علاوہ فطرت سے قربت کا میلان کارفرما ہے۔ کسی ایک شاعر کے یہاں اتنے بہت سے میلانات و عوامل مشکل ہی سے بیک وقت کارفرما دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہی اشک کی انفرادیت ہے۔

اس مجموعے میں ۵۰ غزلیں ہیں، اشک نے نظمیں بھی لکھی ہیں، لیکن آئینہ اور پرچھائیں کو محض غزلوں تک محدود رکھ کر انھوں نے اس صنف سے اپنے گہرے شغف کا ثبوت دیا ہے۔

(کالم ۲ سے آگے)

فروغ اردو کمیٹی کی رپورٹ منظرِ عام پر آ گئی تو کانفرنس میں سارے ملک سے آئے ہوئے تقریباً ۲۰۰ نمائندے اس پر بھی غور کریں گے۔ کانفرنس کے انعقاد کی تیاریاں کی جا رہی ہیں اس سلسلے میں ایک استقبالیہ کمیٹی کی تشکیل کی جا چکی ہے جس میں اردو سے محبت کرنے والے مختلف فرقوں کے افراد شامل ہیں۔

اس موقع پر اردو کی کتابوں کی نمائش کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے۔

• قومی آواز، لکھنؤ

کل ہند اردو کانفرنس

(میر مشتاق احمد جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ کا بیان)

دہلی ۱۰ر دسمبر: میر مشتاق احمد جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ کل ہند اردو کانفرنس نے آج ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ وزیر اعظم نے کل ہند اردو کانفرنس کا افتتاح کرنے کی منظوری دیدی ہے آپ کا پورا بیان مندرجہ ذیل ہے۔

انجمن ترقی اردو ہند کے زیر اہتمام ۲۹، ۳۰، ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو دہلی میں ایک تین روزہ کل ہند اردو کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو وگیان بھون میں کانفرنس کا افتتاح کرنے کی منظوری دیدی ہے۔ یہ کانفرنس مختلف صوبوں میں اردو بولنے والوں کی دشواریوں اور مسئلوں کا جائزہ لے گی اردو زبان کے فروغ کے سلسلے میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی طرف سے کئے گئے اقدامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اردو کی صورت حال کے بارے میں بھی کانفرنس میں غور و خوض کیا جائے گا۔ اردو بولنے والے بچوں کے لئے تعلیمی سہولتوں اردو ٹیچروں اور اردو کتابوں کے مسئلے پر بھی غور کیا جائے گا۔

یہ بات اطمینان بخش ہے کہ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی اردو زبان کے فروغ کے لئے کافی دلچسپی لے رہی ہیں۔ اور ریاستوں پر زور دے رہی ہیں کہ دستور ہند کے تحت جن حقوق کی ضمانت دی گئی ہے اور جن کو ریاستی حکومتیں گزشتہ ۲۰ برسوں کے دوران نظر انداز کرتی رہی ہیں۔ وہ اردو کو دئے جائیں۔ ان دشواریوں کو دور کیا جا سکتا ہے اگر اترپردیش، بہار، راجستھان، ہریانہ اور پنجاب کے صوبوں میں اسے علاقائی زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ وزارت داخلہ نے ۱۹۵۸ء میں جو لینگویج اسٹیٹمنٹ جاری کیا تھا اس پر ان ریاستوں میں پوری طرح عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ انجمن کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ جب تک اردو کو ثانوی زبان کا درجہ نہیں دیا جائے گا اس وقت تک اردو بولنے والوں کی دشواریاں دور نہ ہو سکیں گی۔ اگر اس وقت تک گجران

(باقی کالم ۱ میں)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ، پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علیگڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ سے شائع کیا